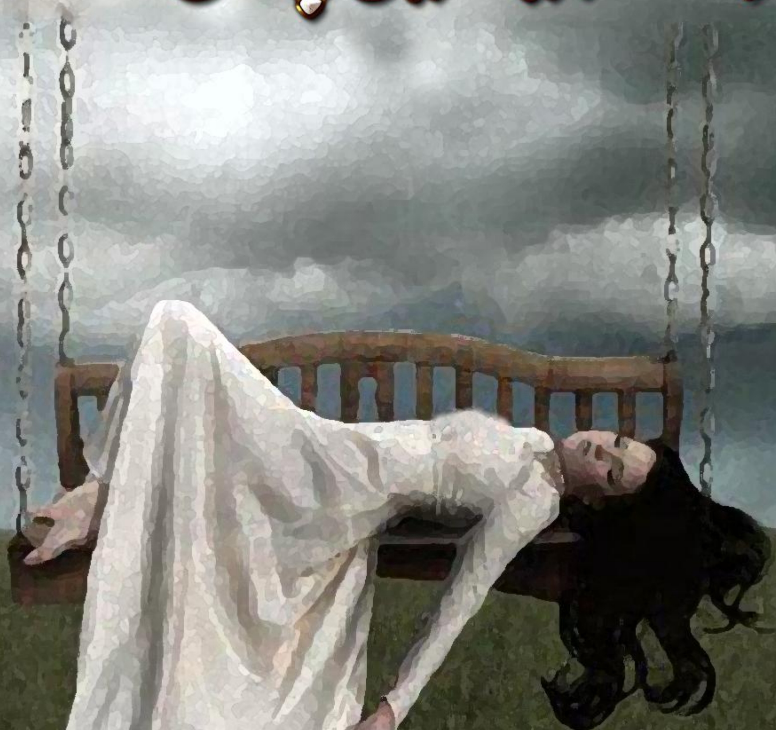
تیرے پیار میں پاگل ہوئے



روبینہ غلام نبی

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

تیرے پیار میں پاگل ہوئے



روبینہ غلام نبی





تیرے پیار میں پاگل ہوئے



کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ کمپوزنگ ٹیم

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود ناولز بالکل مفت ہیں۔ اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ جو لوگ وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔ اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے،

سپر موڈز: صبا گل، تتلی، ٹیم لیڈر: ایم وائے صائم، مینجمنٹ: حسیب یا وقار سے رابطہ کریں، شکریہ









پتھر بنا دیا مجھے رونے نہیں دیا
دامن بھی تیرے غم نے بھگونے نہیں دیا
ناصر یوں اس کی آگ چلی ہاتھ تھام کے
میلے میں اس جہاں کے کھونے نہیں دیا
(ناصر کاظمی)

آسمان کالے گہرے بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ صبح سے مسلسل ہوتی بارش کا زور اب کافی حد تک تھم چکا تھا لیکن پھر بھی ہلکی ہلکی پھوار کی صورت بوندیں اب بھی برس رہی تھیں اور ٹھنڈی پختہ سڑک جل تھل ہورہی تھی۔ دسمبر کی اس بارش نے جہاں یک لخت ہی سردی کی شدت میں اضافہ کردیا تھا وہاں لوگوں کو صبح سے ہی اپنے گھروں میں قید بھی کررکھا تھا۔ اتوار کا دن تھا اور ان سب کا ارادہ آج لانگ ڈرائیو پر نکلنے کا تھا لیکن بارش نے ان کی ساری پلاننگ پر پانی پھیر کر رکھ دیا تھا۔ اب وہ سب کزنز اپنی بوریت دور کرنے کے لیے صبح سے ہی لاؤنج میں موجود ایک دوسرے پر فقرہ بازی کے ساتھ ساتھ مختلف حیلے بہانوں سے اپنا وقت

گزارنے میں مصروف تھے۔ ارمان ایزی چیئر پر نیم دراز ،ساؤنڈ سسٹم پر مکیش کے اداس گیت لگائے، خود بھی اداس ہونے کی کوشش کررہا تھا۔ گرم گرم کافی کا مگ اپنے ہونٹوں پر لگائے شاہین ہلکے ہلکے سپ لے ہی تھی۔ خالدہ اور غزالہ گہرے سرخ قالین پر کشن لیے بیٹھی گپیں لڑانے کے ساتھ ساتھ چلغوزوں سے شغل بھی فرما رہی تھیں جبکہ ارشد سفید کھلے گریباں کی قمیص اور سیاہ پینٹ میں ملبوس کھڑکی کے قریب صوفے پر بیٹھا اختر شیرانی کی غزل پڑھنے میں پوری طرح محو تھا اور کمرے میں گونجتی مکیش کی درد بھری آواز سے اپنے ہی دل کی پکار محسوس ہو رہی تھی۔

"بس بہت ہوگیا....صبح سے بیٹھے بیٹھے بور ہوگئے ہیں۔ اتنا پیارا موسم ہورہا ہے۔ چلو آئس کریم کھا کر آتے ہیں "غزالہ نے اچانک چلغوزے کھاتے کھاتے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"جی ....کیا فرمایا ....پیارا موسم ....یا را مان !تمہاری بہن کے پاس تھوڑا بہت دماغ بھی ہے یا نہیں "ارشد نے اس کی فرمائش سن کر کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر طنزیہ انداز میں کہا۔

"اب بھی شک کی کوئی گنجائش باقی ہے "....ارمان نے پھیکی سی ہنسی ہنس کر کہا۔

"ویری فنی ....اپنے بارے میں کیا خیال ہے"غزالہ نے کسی قدر گھور کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلیں کیرم کھیلتے ہیں"....خالدہ نے بات کو خواہ مخواہ طول پکڑتے دیکھ کر فوراً ہی کہا۔

"ہاں ....لڑنے سے تو کم از کم یہ بہتر ہی ہے "ارشد نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سے کتاب میں گم ہوگیا۔ اس کے اتنے بے فکر انداز پر غزالہ محض ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ وہ جتنا اس کے قریب جانے کی کوشش کرتی تھی ،وہ اتنا ہی اس سے دور بھاگتا تھا۔ ایک ہفتہ ہوگیا تھا اسے اور ارمان کو لاہور سے یہاں آئے ہوئے لیکن ارشد کا انداز اس کے ساتھ ہمیشہ ہی بڑا عجیب سا ہوتا تھا حالانکہ وہ اسے اپنے دل میں ایک خاص مقام دے چکی تھی۔ اس سے بھی اور وہ کچھ ایسی ہی توقع رکھتی تھی لیکن اس کی نظریں اسے ہمیشہ کسی اور کو ڈھونڈتی نظر آتی تھیں اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ پنکی ہاتھ میں کھانے کی پلیٹیں لیے کچن سے نکلی تو اس کی موجودگی محسوس کرکے فوراً ہی ارشد نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ لاؤنج سے گزرتے ہوئے پنکی کی نظریں ایک پل کے لیے اس سے

ٹکرائیں تو ارشد کی پرشوق نظریں اورہونٹوں پہ بکھرا تبسم دیکھ کر اس کے چہرے پر حیا کی سرخی پھیل گئی۔

اور وہ فوراً ہی ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ ارشد نے بڑی ہی دلچسپی سے اس کے چہرے پر بکھرے رنگوں کو دیکھا تھا اور پھر ہاتھ میں پکڑی کتاب سائیڈ پر رکھ کر خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ غزالہ نے نظروں کا یہ تصادم دیکھا تو اس کے اندر حسد کی چنگاریاں سی جل اٹھیں لیکن ارشد اسے نظر انداز کرتا کب کا جاچکا تھا۔ اس نے بھی خود کو دوبارہ اس ماحول کا حصہ بنانا چاہا لیکن اب اس کا دل ایک دم ہی ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا تھا۔

"ہائے "....اس نے بہت آہستہ سے اس کے کان کے پاس سرگوشی کی تھی لیکن وہ پھر بھی ڈر گئی۔

"ہائے ....کون "....اس نے گھبرا کر پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک توناں ۔چڑیا جتنی تو جان ہے تمہاری، کبھی عقل سے بھی کام لے لیا کرو۔ میرے علاوہ کسی کی اتنی مجال ہے کہ تمہارے اتنا قریب بھی آجائے اس نے ذرا خفگی سے کہا"۔

"آپ جائیں یہاں سے، ممانی جان نے اگر آپ کو اس وقت یہاں دیکھ لیا تو میری شامت آجائے گی "اس نے بڑے ہی ڈرے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔

"یار ! کبھی تو بغیر ڈرے پیار سے بات کرلیا کرو۔ جب دیکھو حواس باختہ سی رہتی ہو ....ترس گیا ہوں کہ کبھی تو تم میرے ساتھ ہو کہ میرے پاس بھی ہو لیکن نہیں "اس سے پہلے کہ وہ اور زیادہ غصے میں آجاتا پنکی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر چپ کر گیا۔

"اچھا بابا !سوری ....اب رونا مت شروع کردینا....آئی نو، اس میں تمہارا بھی کوئی قصور نہیں تمہارے حالات نے ہی تمہیں اتنا کم زور کردیا ہے کہ.... اینی وے....ہاپئر تو میں ہورہا ہوں لیکن کیا کروں یہ غزالہ بی بی فضول میں ہی مجھے غصہ دلاتی رہتی ہے ....خیر چھوڑو اسے تم پریشان مت ہو ....بس مجھ پر بھروسا رکھو ....بھروسا ہے نہ "....اس کی طرف سے کوئی جواب نہ پاکر اس نے گھور کر اسے دیکھا تو اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بے وقوف لڑکی "اس کے اتنے فرمانبردار انداز پر ارشد نے مسکراتے ہوئے آہستہ سے اس کے سر پر چپت لگائی اور واپس پلٹ گیا۔ اسے جاتے دیکھ کر پنکی کے لب بھی دھیمے سے مسکرا اٹھے۔

اس گھر میں تھا ہی کیا سوائے ارشد کی محبت کے....کم از کم پنکی کے لیے تو دنیا ارشد سے شروع ہوکر اسی پر ختم ہوجاتی تھی۔ سرخ کھپریلوں سے بنی یہ کوٹھی اپنے اندر نرالے لوگوں کو چھپائے رکھتی تھی ....ممانی جان جنہوں نے ابا کی دوسری شادی کے بعد ازراہ ترحم اسے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ انٹر کے بعد ممانی جان نے گھر کی پوری ذمہ داری اس پر ڈال دی تھی، لہٰذا اسے پڑھائی چھوڑنی پڑی۔ سوائے ارشد اور خالدہ کے کسی نے بھی اس کے یوں پڑھائی چھوڑنے پر اعتراض نہیں اٹھایا تھا لیکن ان کے اعتراض کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی تھیں۔ حسین اور نازک سی شاہین باجی، سوشیالوجی میں ایم۔اے کرنے کے بعد آج کل گھر میں ہر وقت کتابوں میں منہ چھپائے رہتی تھیں۔ جانے یونیورسٹی لائف میں کس چوٹ نے انہیں دنیا سے اس حد تک بے زار کردیا تھا کہ اب وہ شادی کے نام سے بھی الرجک تھیں۔ ان سے دو سال چھوٹی شوخ وشریرنٹ کھٹ سی خالدہ، بی۔اے فائنل کی اسٹوڈنٹ تھی اور پنکی کی اس کے ساتھ بہت گہری دوستی تھی۔ ان کے

علاوہ ارشد تھا، جو ایک کیمیکل فرم میں جنرل مینجر کے عہدے پر فائز تھا اور اب پنکی کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی اور خواہش بن چکا تھا۔ وہ اس کی محبت پر آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئی تھی لیکن پچھلے کچھ دنوں سے صفیہ خالہ کے بچے ارمان اور غزالہ سیر وتفریح کی غرض سے یہاں آئے ہوئے تھے۔ تب سے ہی ان جانے ڈر اور وسوسے اسے پریشان کررہے تھے۔ ایک طرف غزالہ کی بے باک حسین نگاہیں ارشد کو اپنے دام الفت میں الجھانے کی ہر ممکن کوشش کررہی تھیں تو دوسری طرف ارمان کی بہکی بہکی پیام لٹاتی نظریں اسے خوفزدہ کیے رکھتی تھیں۔

موسم کے تیوروں میں کچھ زیادہ فرق نہیں پڑا تھا بلکہ رات ہوتے ہوتے تو بارش میں ایک بار پھر تیزی آگئی تھی۔ پنکی کے لیے آج کا دن بہت ہی مصروف رہا تھا سب کے گھر میں موجود ہونے کی وجہ سے اس کا پورا دن کچن کی ہی نذر ہوگیا تھا۔ کھانا بنانے کے ساتھ ساتھ ہر دو گھنٹے بعد تو چائے یا کافی کا دور چل رہا تھا، ایسے میں اسے بالکل بھی فرصت نہیں ملی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد کچن سمیٹ کر وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کمرا کیا تھا ایک چھوٹا سا سٹور تھا لیکن اس کے لیے یہ بھی بہت تھا۔ پورے دن میں رات کا ہی وقت ہوتا تھا، جب وہ اس

کمرے کی تنہائی میں اپنے آپ سے کچھ باتیں کرلیتی تھی ورنہ تو سرا دن گھر کے کاموں میں الجھ کر اسے اپنے کمرے میں آنے کا وقت بھی نہیں ملتا تھا۔ اب بھی اتنا مصروف دن گزار کر تھکن کا احساس ہونے کے باوجود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ کمرے میں اکلوتی کھڑکی کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ بند کھڑکی کے شیشوں پر ٹکراتی بوندیں رات کی اس خاموشی میں ایک عجیب سی موسیقی پیدا کررہی تھیں۔ کمرے میں آتش دان تو تھا نہیں، اس لیے ٹھنڈک کا احساس ہوتے ہی اس نے اپنی کالی چادر کو اور اچھی طرح سے اپنے گرد لپیٹ لیا۔ باہر اندھیرا اس قدر گہرا تھا کہ سٹریٹ لائٹ کی روشنی بھی کچھ دھندلی پڑ گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ باندھے کھڑکی کی دیوار سے ٹیک لگائے سوچوں میں ڈوب سی گئی۔

اس کے اطراف بے کراں سناٹوں کا سمندر تھا۔

یہ خاموشی اورتنہائی ....اسے روح میں اترتی محسوس ہورہی تھی۔ قسمت سے اسے ہزاروں شکوے تھے ....پہلے امی کی ناگہانی موت، ابا کی دوسری شادی اور پھر اس کی دربدری .... ممانی جان کا احساس ہی تھا جو اسے اپنے ساتھ یہاں لے آئی تھیں ورنہ سوتیلی ماں تو اس کا وجود بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی .R#8230;صرف تیرہ سال کی عمر میں ہی ماں کے ساتھ ساتھ اس نے باپ کو بھی کھو دیا تھا ....ممانی

مزاج کی تھوڑی تیز تھیں لیکن کم از کم اسے ایک گھر کی پناہ تو مل ہی گئی تھی۔ باقی سب کبھی اسے اپنے گھر کے ایک فرد کی طرح ہی سمجھتے تھے اور سب سے اچھا تو ارشد تھا ....جس نے اپنی محبت سے اس کا دامن بھر دیا تھا ....یہ ارشد کی بے پایاں محبت ہی تو تھی جو اداسیوں اور محرومیوں کے سائے میں اس کے لیے روشنی کا استعارہ بنی ہوئی تھی، جنہوں نے اس کے ہمیشہ کے اداس لبوں کو مسکرانا سکھا دیا تھا اور اس کی نم آنکھوں میں بھی مسرت کی کرنیں جگمگاتی نظر آتیں تھیں۔ ارشد کا ساتھ اس کے لیے بہت معنی رکھتا تھا لیکن غزالہ کی ارشد میں روز بروز بڑھتی ہوئی دل چسپی اسے کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی ....

ڈراسے ارشد کے پلٹ جانے کا نہیں تھا کہ اس کے جذبوں کی گہرائی سے وہ بخوبی واقف تھی بلکہ خوف تو اسے ممانی جان کے ارادوں سے آرہا تھا کہ وہ غزالہ کو اپنی بہو بنانے کا سوچ رہی تھیں اور اس کے لیے سب سے ہیول ناک بات یہ تھی کہ کہیں اس کی وجہ سے ماں بیٹے میں کوئی تلخ کلامی نہ ہوجائے اور یہ بات اسے کسی طور گوارا نہیں تھی کیوں کہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ دونوں ہی ضدی مزاج کے مالک ہیں اور ان کا ٹکراؤ تو اکثر ہوتا رہتا تھا لیکن اس کی ذات درمیان میں آنے کی وجہ سے وہ ہی عتاب کا نشانہ ٹھہراتی ....اپنی انہی سوچوں میں غلطاں وہ

آنکھیں بند کئے نہ جانے کب سے کھڑی تھی کہ اپنے کندھے پر بھاری ہاتھ کا لمس محسوس کرکے بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

”ارشد “....اپنے وجدان پر اسے اس قدر بھروسا تھا کہ اس نے بنا پلٹے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”پنکی“....اچانک وہ بوجھل اور افسردہ سی آواز میں بولا۔ اجنبی آواز سن کر بری طرح گھبراتے ہوئے اس نے آنکھیں کھول دیں اوردو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے سامنے ارمان کھڑا تھا۔

”آپ“ پنکی کے ہونٹ محض کپکپا کر رہ گئے۔

”جی میں....جانے کیا کہنے آیا تھا

لیکن اچھا ہوا، کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ کے بے ساختہ لفظوں نے مجھ پر حقیقت آشکار کردی“ اس نے پھیکی سی ہنسی ہنس کر کہا لیکن اس کی آنکھوں میں اداسی کا بہت گہرا تاثر تھا۔

”جی“....اس کی گھنی پلکیں لرز کر رہ گئیں لیکن جو وہ کہنے آیا تھا وہ کہہ نہیں پایا، وہ اس نے اس کی آنکھوں میں بخوبی دیکھ لیا تھا۔ ارمان کی خاموش نظریں کچھ دیر پنکی پر جمی رہیں پھر وہ اسی خاموشی سے تیزی سے باہر نکل گیا۔

"یا اللہ....یہ اب تقدیر میرے ساتھ کون سا کھیل کھیل رہی ہے "وہ گم صم سی وہیں دیوار کے سہارے بیٹھی چلی گئی۔

اس دن کے بعد سے پنکی کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ ارمان کے سامنے کم سے کم جائے۔ جب بھی سب لوگ لاؤنج میں خوش گپیوں میں مصروف ہوتے تو وہ کام کا بہانہ بنا کر وہاں سے اٹھ جاتی۔ اس دن رات کے کھانے کے بعد ماموں اور ممانی تو اپنے کمرے میں چلے گئے جب کہ باقی ینگ پارٹی کا موڈ کافی کا تھا، اس لیے وہ سب لاؤنج میں براجمان ہوگئے۔ پنکی نے کافی تیار کرکے خالدہ کے ہاتھ بھجوا دی اور خود کچن سمیٹنے میں لگ گئی۔ کچن سے فارغ ہوکر وہ سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

لاؤنج سے ان سب کی باتوں کی آواز اب تک آرہی تھی، جس سے صاف ظاہر تھا کہ ان میں سے کسی کا بھی فی الحال سونے کا ارادہ نہیں۔ ابھی وہ بستر پر جانے کا سوچ رہی تھی کہ خالدہ چلی آئی اور پھر اس نے ہزار منع کرنے اور لاکھ تاویلیں دینے کے باوجود اسے لاؤنج میں لے آئی۔ اسے دیکھ کر ارشد کی آنکھوں کی چمک میں یک دم ہی اضافہ ہوگیا تھا جبکہ ارمان کے چہرے پر حسرت کے سائے لرزاں دکھائی دے رہے تھے اور پنکی قصور وارنہ ہوتے ہوئے بھی خود کو قصوروار سمجھ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

رہی تھی۔ وہ سر جھکائے شاہین کے ساتھ جاکر بیٹھ گئی۔ ارشد کی آنکھوں کی چمک غزالہ کی نظروں سے بھی پوشیدہ نہیں رہی تھی اور اسے یک دم ہی پنکی سے جیلسی محسوس ہونے لگی۔

"پنکی ! تم ہر وقت کام کرتے کرتے تھکتی نہیں ہو"غزالہ نے بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے گھر کاکام کرنے میں تھکن کیسی "اس کے لب دھیمے سے مسکرائے۔

"ایسا صرف تم سوچ سکتی ہو پنکی !سب نہیں"ارشد کا انداز کچھ جتاتا ہواتھا اور غزالہ اپنی جگہ جزبز ہوکر رہ گئی۔

"گھر اپنا ہو تو ایسی سوچ واقعی بہت اچھی ہے لیکن تم تو ....اینی وے میں تو کہتی ہوں کہ جب ہم نوکر افورڈ کرسکتے ہیں تو کیوں نہیں۔

کیا ضرورت ہے خود کو خوار کرنے کی "....غزالہ نے اس بار بڑا سوچ کر وار کیا تھا اور پنکی کے ساتھ ساتھ باقی سب کو بھی غزالہ کا یہ گستاخ انداز برا لگا۔ پنکی نے تو کچھ کہا نہیں کہ وہ اس گھر میں مہمان تھی اور ممانی کی چہیتی بھی۔ اس کے خلاف بول کر وہ ایک نیا محاذ نہیں کھولناچاہتی تھی لیکن ارشد سے اس کی بے عزتی برداشت نہیں ہوئی۔

"اس گھر پر پنکی کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا ہمارا ....یہ یہاں اجنبی نہیں بلکہ ہمارے ہی گھر کا ایک فرد ہے"ارشد نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور ایک خفگی بھری نظر اس پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔

پنکی کی بھیگی آنکھیں اور ارشد کی خفگی دیکھ کر ارمان سے چپ نہ رہا تھا اور وہ بھی بول پڑا"غزالہ ! کبھی تو سوچ سمجھ کر بولا کرو، تمہارے یہ سخت الفاظ دوسروں کو کتنی تکلیف پہنچاتے ہیں، کبھی اس بارے میں بھی سوچ لیا کرو"۔

"کمال ہے ....میں نے ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے کہ سب کے سب میرے ہی پیچھے پڑ گئے ہیں"غزالہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے کچھ نہیں، بہت کچھ کہہ دیا ہے"....ارمان کے لہجے میں غصہ ہنوز برقرار تھا۔

"پلیز آپ لوگ میری وجہ سے آپس میں نہ لڑیں "اس سے پہلے کہ بات مزید بڑھتی پنکی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر فوراً ہی وہاں سے چلی گئی لیکن اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا درد ارمان نے بخوبی دیکھ لیا تھا۔

"کاش .... اگر میرے بس میں ہوتا تومیں ان آنکھوں میں کبھی آنسو نہ آنے دیا.... لیکن ان آنکھوں میں تو کوئی اور بستا ہے اور میرے لیے یہاں کوئی جگہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

نہیں"....پنکی کو جاتے دیکھ کر اس نے تاسف سے سوچا اور پھر ایک خفگی بھری نظر غزالہ پر ڈال کر وہاں سے اٹھ گیا۔

"حد ہوتی ہے ....سب ایسے بی ہیو کر رہے ہیں جیسے میں نے کسی کا قتل کردیا ہے .... ہوں"....غزالہ نے نخوت سے گردن جھٹکتے ہوئے کہااور غصے میں اٹھ کر پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

خالدہ اور شاہین اب تک خاموش تماشائی بنی ہوئی بیٹھی تھیں۔ اس کے جاتے ہی خالدہ بول پڑی۔

"یہ غزالہ باجی بھی نا ....پتا نہیں کیا سمجھتی ہیں خود کو ....میں تو امی سے کہنے والی ہوں کہ اگر ان کا بھائی سے ان کی شادی کروانے کا کوئی ارادہ ہے بھی، تو فوراً بدل دیں۔ ان کا گزارہ صرف بھائی کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہمارے ساتھ بھی مشکل ہے"

"ہاں یہ تو ہے....لیکن امی کب کسی کی سنتی ہیں ....دیکھو کیا ہوتا ہے "....شاہین نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں کافی دیر تک اسی موضوع پر باتیں کرتی رہیں۔

صبح ماموں اور ارشد کے جانے کے بعد وہ چائے کا کپ لے کر باہر لان میں آگئی۔باقی سب گھر والے ابھی تک سو رہے تھے۔ اس لیے اس وقت اس کے پاس فراغت ہی فراغت تھی۔ سردیوں کے دن تھے اور تین دنوں کی شدید دھند کے بعد آج سورج نے اپنی شکل دکھائی تھی۔ اس لیے اس ہلکی ہلکی نرم گرم سی دھوپ میں، لان میں ٹہلتے ہوئے چائے پینا اسے اچھا لگ رہا تھا۔ اس نے سوچوں کو پیچھے دھکیل دیا تھا اور اس وقت وہ بس اس خوبصورت موسم کو انجوائے کررہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی جس نے چہرے کی شادابی میں کئی گنا اضافہ کردیا تھا اور یہ سب کچھ صرف ارشد کی بدولت ممکن ہوا تھاورنہ کچھ عرصہ پہلے تک تو وہ ہر وقت بس اپنے ماضی میں کھوئی اداس رہا کرتی تھی لیکن ارشد نے اسے جینا سکھا دیا تھا....چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش ہونا، خوبصورت لمحوں کو مٹھی میں قید کرلینا، دکھوں کو ایک طرف رکھ کر آگے بڑھنا ....یہ سب اس نے ارشد سے سیکھا تھا ورنہ پرانی پنکی ہوتی تو رات کے واقعہ کے بعد اب تک اداس پھرتی۔

ارمان اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا تو پنکی کو لان میں ٹہلتے دیکھ کر وہیں کھڑا ہوکر اسے دیکھنے لگا۔ وہ سبز کپڑوں میں ملبوس اس وقت اسی منظر کا ہی ایک حصہ معلوم

ہورہی تھی۔ اس کے چہرے پہ کھلتے رنگوں میں ارشد کی محبت اسے اتنی دور سے بھی صاف نظر آرہی تھی۔

"یہ دل بھی کتنا پاگل ہے....ایک ایسی چیز کی خواہش کربیٹھا ہے جو نہ صرف اس کی دسترس سے دور ہے بلکہ کسی اور کی امانت ہے ....ہاہا "....اس نے ایک گہرا سانس بھر کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھرتے ہوئے سوچا۔ اسی وقت اندر سے پنکی کے نام کی آوازیں آنے لگیں اور وہ اندر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی ارمان کو یوں لگا جیسے اچانک اس خوبصورت منظر سے رنگ غائب ہوگئے ہوں اور وہ ایک دم ہی پھیکا اور بے جان پڑ گیا ہو۔ اس کا دل ہی اچاٹ ہوگیا اور وہ بوجھل دل لیے کھڑکی کے سامنے سے ہٹ گیا۔

ارمان اور غزالہ واپس جارہے تھے۔ پنکی نے سنا تو اسے یک گونہ سکون کا احساس ہوا کہ جہاں غزالہ کی ارشد میں بڑھتی ہوئی دلچسپی اسے ہولائے دے رہی تھی، وہیں دوسری طرف ارمان کی آنکھوں سے ٹپکتی حسرتیں اسے پریشان کررہی تھیں لیکن اس کا یہ سکون بھی بس چند روز ہی ثابت ہوا۔ ابھی انہیں گئے کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ گھر یں غزالہ اور ارشد کی شادی کی باتیں ہونے لگیں ماموں جان بھی اس شادی کے حق میں نہیں تھے کیوں کہ ان کے خیال میں غزالہ کسی بھی

طرح ارشد کے مزاج کے مطابق نہیں تھی لیکن ممانی جان کو ان کے خیال سے بالکل بھی اتفاق نہیں تھا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ وہ اپنی بہن کو ہاں کر چکی ہیں اس لیے شادی ہو کر رہے گی اور ممانی جان کے فیصلے کو بدلنا کسی کے بس میں نہیں تھا۔ ارشد کو جب پتا چلا تو اس نے نہ صرف غزالہ سے شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا بلکہ واضح طور پر پنکی کا نام بھی لے دیا ....بس پھر کیا تھا ....گھر میں اک طوفان سا آ گیا۔

حالانکہ ارشد کے فیصلے پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ پنکی تو انہیں بھی بہت پسند تھی لیکن ممانی جان کا رعب اتنا تھا کہ کوئی بھی صاف لفظوں میں اس فیصلے کے حق میں کچھ نہ کہہ سکا۔ سب ہی ایک دوسرے سے نظریں چرائے پھر رہے تھے اور سب سے زیادہ مصیبت تو پنکی کی لیے تھی۔ اسے بیک وقت گھر کے باقی افراد کی طرف سے ہمدردی اور ممانی جان کی قہر بھری نظروں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ان حالات نے اسے بالکل ہی گم صم کر کے رکھ دیا تھا، جو گھر برسوں سے اس کے لیے سائبان بنا ہوا تھا، آج اس کی وجہ سے بکھرنے کے قریب تھا....ماں بیٹا اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے مقابل آ کھڑے ہوئے تھے اور پنکی اس سب کے لیے خود کو ہی قصور وار مان رہی تھی۔ ممانی جان نے تو اس سے کلام

تک بند کر رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ اس کے ہاتھ کا پانی کا گلاس تک نہیں لیتی تھیں۔ ارشد کا صاف انکار سن کر انہوں نے خود کو کمرے میں قید کر لیا تھا۔ بس شاہین یا خالدہ ہی ان کے کمرے میں جا کر ضد کر کے انہیں کھانا کھلا دیتی تھیں، کسی وقت وہ ان کی ضدمان لیا کرتی تھیں تو کبھی خود ضد میں آ کر کھانے سے صاف انکار کر دیتی تھیں۔ سب ایک دوسرے سے کترائے کترائے پھرتے تھے۔ گھر میں ٹینشن ابھی چل رہی تھی کہ ارشد کو آفس کے کسی کام سے چند دنوں کے لیے اسلام آباد جانا پڑا۔ حالانکہ جانے سے پہلے وہ خالدہ سے خاص طور پر پنکی کا خیال رکھنے کو کہہ کر گیا تھا لیکن پھر بھی وہ خود کو تنہا محسوس کرنے لگی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں موجود تھی جب خالدہ نے اسے ممانی جان کا پیغام دیا کہ وہ اسے اپنے کمرے میں بلا رہی ہیں۔ آج کتنے دنوں بعد ممانی جان نے اسے اپنے کمرے میں آنے کی اجازت دی تھی،یہ سوچ کر وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی ....انہی سوچوں میں گھرے وہ ممانی جان کے کمرے میں جا پہنچی۔ وہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔

"دروازہ بند کردو"اسے اندر آتا دیکھ کر انہوں نے سپاٹ سے انداز میں کہا تو اس نے دروازہ بند کردیا اور کسی قدر جھجکتے ہوئے ان کے بیڈ کے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔

"بیٹھ جاؤ ....مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں "ان کے اندر میں سردمہری صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔

"میں زیادہ تمہید نہیں باندھوں گی، صاف اور دو ٹوک انداز میں کہتی ہوں، ارشد کی زندگی سے نکل جاؤ "انہوں نے سفاکانہ انداز میں کہا اور وہ پھٹی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

شاید اس کے چہرے پر پھیلی بے یقینی اور کرب انہوں نے دیکھ لیا تھا، اس لیے اس بار جب وہ بولیں تو ان کے لہجے میں نرمی اور ہلکی سی بے بسی کا احساس نمایاں تھا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں کہ اس وقت تم پر کیا گزری ہے ....لیکن میں بھی تو مجبور کرسکتی ہو ....ایک ماں تو ہار چکی ہے ....اگرمیں چاہوں تو اپنے کئے گئے احسانوں کا بدلہ مانگ سکتی ہوں تم سے.... لیکن میں ایسا کروں گی نہیں....بلکہ میں چاہتی ہوں کہ تم ایک ماں کی مجبوری کو سمجھتے ہوئے خود فیصلہ لو۔ ویسے تو ارمان بھی تم میں انٹرسٹڈ

ہے لیکن میں صفیہ کو اچھی طرح جانتی ہوں....وہ کبھی نہیں مانے گی....میری نظر میں ایک اور اچھا پرپوزل ہے....مسز سہیل یاد ہیں تمہیں ....انہوں نے خود اپنے بیٹے کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے....اب اگر تم کہو تو ....مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔تم اچھی طرح سوچ لو....لیکن اگر ارشد کے آنے سے پہلے سب کچھ طے ہو جائے تو تم دونوں کے لیے اچھا ہوگا۔تم خود عقل مند ہو"....

انہوں نے بڑی چالاکی سے اسے گھیرا تھا، سب کچھ اسے جتا بھی دیا تھا اور فیصلے کا حق اسے دیا ضرور تھا لیکن اس طرح کہ اس کے سامنے کوئی اور راستہ ہی نہیں چھوڑا تھا۔ وہ شکستہ قدموں سے چلتی واپس اپنے کمرے میں آگئی اور خود کو بیڈ پر گرا لیا۔ اسے اب بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے ممانی جان نے جو کچھ اس سے کہا، وہ سچ تھا۔ بے بسی اور اکیلے پن کا احساس پوری طرح اس پر غالب آچکا تھا۔ کب کے رکے آنسو تیزی سے اس کے گالوں پر بہنے لگے اور اس کے تکیے میں جذب ہوتے چلے گئے۔

اگلے دن صبح ہی اس نے ممانی جان کو اپنی رضامندی دے دی کہ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور راستہ بھی نہیں تھا۔ ویسے بھی وہ انکار کرکے خود غرضی کا مظاہرہ نہیں کرسکتی تھی کہ بہرحال اس گھر کے اس پر بہت سے احسانات

تھے۔ ممانی جان نے اس کی رضامندی ملتے ہی رسمی طور پر بابا سے بھی اجازت مانگی۔ بھلا انہیں کیا اعتراض ہوسکتا تھا، وہ تو پہلے ہی اس کی ذمہ داری ان پر ڈال کر اسے بھلا چکے تھے اس لیے انہوں نے آرام سے سارے فیصلوں کا اختیار ممانی جان کو دے دیا۔ ممانی جان نے اگلے ہی دن مسز سہیل کو بلوا لیا اور وہ آکر اسے کاشف کے نام کی انگوٹھی پہنا گئیں۔

ممانی جان کو شاید زیادہ ہی جلدی تھی، اس لیے اسی ہفتے ہی سادگی سے نکاح اور رخصی ہونا قرار پائی تھی۔ گھر میں سب ہی اس اچانک فیصلے سے حیران تھے۔ خالدہ تو باقاعدہ اس سے لڑپڑی تھی کہ وہ ارشد اور اس کے جذبات سے بخوبی آگاہ تھی لیکن پنکی نے اپنے ہونٹوں پر لگے قفل نہیں کھولے تھے، بس بے حسی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ ممانی جان کو ہاں کہنے کے بعد اس کے لبوں پر چپ کی مہر لگ گئی تھی اور شاید یہ مہر اب ہمیشہ کے لیے تھی۔

ممانی جان اس سے بہت خوش تھیں اس لیے باقاعدہ اسے رخصت کرنے کی تیاریاں کررہی تھیں۔ پنکی نے خود کو کمرے تک محدود کرلیا تھا اور انہوں نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا تھا بلکہ شاہین اور خالدہ پر کچن کی ذمہ داری ڈال دی تھی۔ خالدہ نے اس سے بات چیت بالکل بند کررکھی تھی۔ ارشد کو مزید دو

دن اور اسلام آباد میں رکنا پڑا تھا۔ اس کا فون آیا تھا لیکن اسے کسی نے بھی کچھ نہیں بتایا جب کہ پنکی نے تو اس سے بات نہیں کی تھی۔ اس دن ممانی اور شاہین باجی بازار گئی ہوئی تھیں اور خالدہ ابھی کالج سے نہیں لوٹی تھی۔ وہ گھر میں اکیلی تھی اس لیے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں چلی آئی۔ اسی وقت لاؤنج میں رکھا فون بجنے لگا۔ پہلے تو اس نے نظر انداز کردیا لیکن فون کالر بھی بڑا ہی مستقل مزاج تھا، جب گھنٹی مسلسل بجتی چلی گئی تو ناچار اس نے اٹھ کر فون اٹھا لیا۔

"ہیلو "اس کی آواز میں حد درجہ بیزاریت تھی۔

"ہیلو پنکی ....!یہ میں ہوں ارمان "دوسری طرف سے بڑی عجلت میں کہا گیا۔

"جی ارمان صاحب .... !کہیے؟"ارمان کی آواز سن کر اس نے کسی قدر حیرت سے کہا۔

"پنکی !یہ سب میں کیا سن رہا ہوں، خالہ تمہاری شادی کررہی ہیں ....لیکن تم تو "....

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا اس نے درمیان میں ہی اس کی بات کاٹ دی۔

"آپ نے ٹھیک سنا ہے"

"لیکن کیوں؟ کیا ارشد نے کچھ نہیں کہا؟ "اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے ....کیا اتنا کافی نہیں کہ یہ شادی میں اپنی مرضی سے کررہی ہوں"اس نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔

"میں تو سمجھتا تھا کہ تم....خیر اگر سچ وہی ہے جو تم کہہ رہی ہو تو کم از کم تمہیں مجھے ایک موقع تع دینا چاہیے تھا تا کہ میں اپنے جذبوں کی سچائی ثابت کر سکتا"اس نے شکایت بھرے انداز مین کہا۔

"جذبوں کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، وہ اپنا آپ خود منوا لیتے ہیں اور فیصلہ ہو چکا ہے"

"لیکن"

"پلیز ارمان صاحب !کچھ مت کہیں، تقدیر اور حالات پر انسان کا بس نہیں چلتا۔ اس لیے میں نے خود کو حالات کے سپرد کردیا ہے۔ اب زندگی جہاں لے جائے، رکھتی ہوں، ابھی بہت سے کام باقی ہیں "اس نے آہستگی سے کہہ کر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر فون رکھ دیا۔

ابھی زخم تازہ تھا، اس لیے ہمدردی بھی زخموں میں ٹیسیس سی مچا دیتی تھی۔ آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔

ارشد شام کو ہی لوٹا تھا اور پرسوں اس کی شادی تھی۔ خالدہ نے آتے ہی اسے سب کچھ بتا دیا۔ وہ غم وغصے کی کیفیت میں گھرا ان کے کمرے میں جا پہنچا۔ غصہ اتنا شدید تھا کہ وہ سارے آداب بھول گیا اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوگیا۔وہ بیڈ پر کچھ کپڑے پھیلائے بیٹھی تھیں دروازے کی آواز پر انہوں نے چونک کر نظریں اٹھائی تھیں اور اسے بغیر اجازت لیے اندر داخل ہوتے دیکھ کر قدرے ناگواری سے بولیں

"ارشد ....!یہ کیا ہے ....تم اتنے بد تہذیب تو کبھی نہیں تھے"

"اب بھی نہیں ہوں امی....!لیکن آپ نے جو کیا ہے ....وہ بھی تو تہذیب کے کسی دائرے میں نہیں آتا"....اس کے چہرے کے تاثرات سے صاف ظاہر تھا کہ اس نے بڑی مشکل سے خود کو کوئی سخت جواب دینے سے باز رکھا ہے۔

"ایسا کیا کردیا ہے میں نے جو تم اس لہجے میں مجھ سے بات کررہے ہو"

"میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی چھیننے کے بعد بھی آپ ایسا کہہ رہی ہیں .... کیا آپ پنکی کے حوالے سے میرے احساسات سے بے خبر تھیں ....سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ نے"....اس نے کہتے کہتے سختی سے لب بھینچ لیے۔

"کیا ہوا رک کیوں گئے ....کہو ....اب کہتے کیوں نہیں ....کوئی اور الزام بھی رہ گیا ہو تو وہ بھی لگا دو ماں پر ....کیا جنم دینے والی ماں کو اتنا بھی اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بچوں کے لیے فیصلے کرسکے ....اور یہ سب سوال تم اس سے جا کر کیوں نہیں پوچھتے ....یہ جو کچھ بھی ہورہا ہے اس کی مرضی سے ہورہا ہے....میں نے کسی کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کیط جاکر پوچھو تو پہلے "....

انہوں نے بڑی ہوشیاری سے خود کو ہر الزام سے آزادی کروالیا کیوں کہ انہیں یقین تھا کہ اب پنکی وہی کہے گی جو وہ چاہتی ہیں۔ ارشد نے بے یقینی سے ایک نظران کی طرف دیکھااور فوراً ہی پنکی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو پنکی بیڈ پر نیم دراز چھت کو گھور رہی تھی۔ آہٹ پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور ارشد کو دروازے ایسے آتا ہوا دیکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی ایک پل کے لیے دونوں کی نظریں ملیں اور اسی ایک پل میں وہ اس کی آنکھوں میں اترتے جزن وملال کے سائے دیکھ چکا تھا۔

وہ آہستہ روی سے چلتا اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"پنکی !مجھے معاف کردو، تمہیں اتنا سب کچھ اکیلے ہی سہنا پڑا۔ جب تمہیں میری سب سے زیادہ ضرورت تھی اس وقت میں تمہارے پاس نہیں تھا اور اس کے

لیے میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا لیکن تم فکر مت کرو اب میں آگیا ہوں نا۔ اب سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ یہ شادی تو میں نہیں ہونے دوں گا، امی کو میرے بات ماننی ہی پڑے گی"اس نے پر عزم لہجے میںکہتے ہوئے پنکی کا ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں ارشد !آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی"پنکی نے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا لیکن اس کی نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں۔

"لیکن کیوں؟ "اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کیوں کہ یہ جو کچھ ہورہا ہے، میری مرضی سے ہورہا ہے"آخر اس نے تمام ہمتیں مجتمع کرکے کہہ دیا اور ارشد شاکڈرہ گیا۔

"پنکی "....!اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی۔

"یہی سچ ہے 'وہ اٹھ کھڑی ہوئی کہ ارشد کی یہ قربت اسے کم زور کر رہی تھی اور وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ اسے یوں اٹھتا دیکھ کر وہ بھی ایک جھٹکے سے اٹھا اور اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف گھما ڈالا۔

"یہ تم نہیں بول رہی ہو ....ورنہ مجھ سے یوں نظریں نہ چرا رہی ہوتی۔

"ارشد!پلیز ....میری مشکل میں اور اضافہ مت کریں "....اس نے بے بسی سے لب کاٹتے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کروانا چاہا لیکن اس کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

"کیوں کررہی ہو تم ایسا ....جب میں کہہ رہا ہوں کہ امی مان جائیں گی تو پھر"....

"اب بہت دیر ہوچکی ہے....اب کچھ نہیں ہوسکتا ....وہ لوگ رشتہ جوڑ گئے ہیں اور پرسوں میری شادی ہے "....پنکی نے اپنا بایاں ہاتھ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو اس کی تیسری انگلی میں انگوٹھی دیکھ کر اس کی گرفت خود بخود کم زور پڑ گئی اور اس نے ڈھیلے سے انداز میں اس کے بازو چھوڑ دیے۔

"تم انکار کردو "اس نے دل گرفتہ ہوکر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور اس انکار سے اس گھر کی اور ان لوگوں کی جو بدنامی ہوگی وہ.... نہیں ....میں اتنی خود غرض نہیں ہوں ....مان لیجیے ہماری قسمت میں ہی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں "اس نے نظریں جھکا کر آنسوؤں کو بہنے سے بڑی مشکل سے روکا۔

"میں مرجاؤں گا پنکی"!اس کے لہجے میں حسرتیں پنہاں تھیں لیکن پنکی نے کوئی جواب نہیں دیا بس اس سے رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی۔

وہ کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا اور پھر شکستہ قدموں سے چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ اس کے قدموں کی شکستگی محسوس کرکے وہ سسک اٹھی لیکن اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

آج اس کی شادی تھی لیکن اس کی حالت دیکھ کر لگتا تھا جیسے وہ شادی کا جوڑا نہیں بلکہ کفن پہننے جارہی ہے۔ ارشد صبح کا گھر سے نکلا اب تک نہیں لوٹا تھا۔ کئی بار اس کا موبائل ٹرائی کیا گیا لیکن وہ بھی بند تھا۔ اس کی اتنی لمبی غیر حاضری پر ممانی جان بھی پریشان ہوگئی تھیں۔ ماموں اس کے سب دوستوں کو فون کرکے دیکھ چکے تھے لیکن کیس کو اس کے بارے مُں کچھ معلوم نہیں تھا۔ تھوڑی سی دیر میں بارات پہنچنے والی تھی لیکن اس سے زیادہ سب کو ارشد کی فکر تھی کیوں کہ وہ اتنی غیر ذہ داری کا مظاہرہ کبھی نہیں کرتا تھا۔ماموں اور ممانی لاؤنج میں پریشان حال ٹہل رہے تھے جبکہ اندر کمرے میں خالدہ اور شاہین دونوں مل کر اسے دلہن بنا رہی تھیں۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثر سے عاری تھا۔ اسی وقت لاؤنج میں رکھے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور ممانی نے آگے بڑھ کر فون اٹھالیا۔

"ہیلو....ارشد"....انہوں نے فون اٹھاتے ہی بے تابی سے کہا لیکن دوسری طرف سے آنے والی آواز ارشد کی نہیں تھی۔

"کیا "....ان کی آواز چیخ سے مشابہ تھی اور ان کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا وہ ٹیلی فون اسٹینڈ کے سامنے ہی لہرا کر گر پڑیں۔

"خالدہ....شاہین....جلدی آؤ....اپنی امی کو سنبھالو"....لاؤنج سے آئی پریشان حال آواز سن کر ان دونوں کے ساتھ ساتھ پنکی بھی باہر کی طرف بھاگی لاؤنج کا منظر ان سب کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا۔

"امی"!خالدہ اور شاہین ایک ساتھ ہی ان کی طرف لپکیں اور وہ حیران سی کھڑی بہت غور سے ماموں جان کے چہرے کے پل پل بدلتے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھی جو فون پر کسی سے بات کررہے تھے اور پریشانی ان کے چہرے سے عیاں تھی۔

"ارشد کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے ....میں ہاسپٹل جارہا ہوں تم لوگ اپنی امی کا خیال رکھنا ....وہاں پہنچ کر میں تمہیں صحیح صورت حال بتاؤں گا، انہوں نے فون رکھ کر کہا تو وہ تینوں ہی اپنی جگہ سن سی رہ گئیں۔

پنکی کے پاس سے گزرتے ہوئے انہوں نے تاسف سے ایک نظراپنی بیگم پر ڈالی پھر شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

"اس کے لیے دعا کرنا بیٹا ....!ایک انسان کی ضد کس طرح بہت سی زندگیوں کو برباد کردیتی ہے کاش اس کا اندازہ اسے ہوتا "....وہ کہہ کر چلے گئے اور وہ وہیں گم صم سی کھڑی رہ گئی۔

ارشد کے ایکسیڈنٹ نے سب کچھ بدل کررکھ دیا۔ ممانی کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور انہوں نے نہ صرف شادی ملتوی کردی بلکہ مسز سہیل سے معذرت بھی کرلی۔ اب وہ دل وجان سے پنکی کو اپنی بہو بنانے پر راضی تھی۔ پنکی جہاں اس کا یاپلٹ کا حیران تھی وہیں ارشد کا سوچ کر پریشان بھی تھی حالانکہ ماموں نے فون کرکے بتا دیا تھا کہ ارشد خطرے سے باہر ہے لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو جب تک اسے دیکھ نہیں لیتا، اسے قرار نہیں آنا تھا حالانکہ خالدہ اور شاہین ہاسپٹل جارہی تھیں تو ممانی نے اسے بھی جانے کو کہا تھا لیکن وہ انہیں اکیلا کیسے چھوڑ دیتی۔ بیٹے کے ایکسیڈنٹ نے انہیں ایک ہی دن میں صدیوں کا بیمار بنا دیا تھا اور بالکل ہی بستر پر پڑ گئی تھیں۔ ان کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک بڑھ چکا تھا اور ڈاکٹر نے انہیں مکمل بیڈ ریسٹ بتایا تھا اس لیے ان کے کئی بار کہنے پر بھی انہیں ہاسپٹل نہیں لے جایا گیا ۔اگلے دن خالدہ اور شاہین گھر پر رک گئی تھیں اور پنکی ماموں جان کے ساتھ ہاسپٹل چلی آئی۔

"یہ ہی کمرا ہے، تم جاؤ، میں ذرا ڈاکٹر سے مل کر آتا ہوں "ایک کمرے کے سامنے رک کر ماموں نے کہا اور خود آگے بڑھ گے۔

پنکی نے ایک نظر انہیں جاتے دیکھا ور پھر بند دروازے کو کھول کر بنا آواز پیدا کیے اندر داخل ہوگئی۔ سامنے ارشد بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ اس کے چہرے پر زردی چھائی تھی اور سر پر پٹیاں بندھی تھیں۔ وہ آہستہ روی سے چلتی اس کے سرہانے آکر کھڑی ہوگئی۔ وہ بے اختیار اس کا چہرہ تکنے لگی۔ شاید یہ اس کی نظروں کی تپش بھی جس نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کردیا۔

"آخر میں نے تمہیں اپنے پاس آنے پر مجبور کرہی دیا نا"اس نے آنکھیں کھول کردیکھا تو اسے سامنے پاکر روہ اپنی بے اختیاری اڈ آنے والی مسکراہٹ کو روک نہیں پایا۔

"اپنی ضد منوا کر خوش ہیں نا"پنکی کا لہجہ ہلکی سی خفگی لیے ہوئے تھا، اس کے انداز سے ہی وہ سمجھ گئی تھی کہ خالدہ اسے سب کچھ بتا چکی ہے۔

"بہت"

"اور اگر آپ کو کچھ ہوجاتا تو....ایک بار بھی نہیں سوچا کہ ہمارا کیا ہوتا"....

"تم میں سے کسی نے میرے بارے میں سوچا تھا، جو میں سوچتا " اس نے بھی بالکل اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"ہاں بس ،یہی تو آتا ہے آپ کو"اس نے روٹھے پن سے کہا۔

"ویسے یار !یہ تم میری تیارداری کرنے آئی ہو یا کھنچائی"

"دونوں"

"اچھا ، وہ کس حق سے؟"اس نے پنکی کے چہرے پر نظریں جمائے پوچھا جہاں اس کی بات نے کتنے ہی رنگ بکھیر دیے تھے۔

"وہ تو آپ کو ممانی جان بتائیں گی "اس نے شرمیلی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے نظریں جھکا کر کہا۔

"سب کچھ ہی بتائیں گی یا کچھ تم بھی بتاؤ گی"

"میں کیا بتاؤں "اس نے معصومیت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پاس آؤ گی تو بتاؤں گانا"اس نے شوخ ہوتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ کر مزید دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور وہ ہنسنے لگا۔

شرم سے گل نار چہرہ لیے پنکی کے دل نے بے اختیار ان خوشیوں کے ابدی ہونے کی دعا کی۔

اختتام

